دارالعلوم دیوبند (انڈیا) کا نیازمندانہ سفر

مولانا عبدالرؤف غزنوی
سابق استاذ: دارالعلوم دیوبند انڈیا، حال استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(تیسری قسط)

حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم واستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند سے بھی اس سفر میں متعدد نیازمندانہ ملاقاتیں ہوئیں اورانہوں نے بھی احقر کو اکرام سے نوازا، جس زمانہ میں احقر دارالعلوم میں مقیم تھا، اس وقت دارالعلوم کی تدریس یا انتظام سے مفتی صاحب کی وابستگی نہیں تھی، البتہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سے چونکہ ان کا اصلاحی تعلق تھا (اِس وقت حضرت فقیہ الامت کے اجل خلفاء میں ان کو شمار کیا جاتا ہے) اور ان کی خدمت میں وقتاً فوقتاً دیوبند حاضری دیتے رہتے تھے اوراحقر کا بھی حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق قائم ہوگیا تھا اوران کی مجلسوں میں حسبِ توفیق شریک ہوا کرتا تھا، اس دوران مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب سے بھی ملاقات ہوجایا کرتی تھی۔

پاکستان منتقلی کے بعد احقر کو پتہ چلا کہ مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی کو مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند کا رُکن منتخب کیا گیا ہے جس سے دل بہت خوش ہوا، اس لیے کہ موصوف میں اس اہم ذمہ داری کی اہلیت موجود تھی، اور جب ۱۴۳۲ھ کو حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا انتقال ہوا اور مادرِ علمی کا سب سے اہم اور نازک یہ عہدہ کچھ آزمائش وامتحان کے دور سے گزرنے لگا، اوراندرونِ ملک وبیرونِ ملک پھیلے ہوئے بہی خواہانِ دارالعلوم کے قلوب اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر ان دعاؤں میں مصروف ہوگئے کہ اے اللہ! دارالعلوم کو ایک مخلص، مدبر، باصلاحیت اوراپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے والا خادم (مہتمم) مہیا فرما، تو بالآخر وہ دعائیں رنگ لائیں اور مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا مفتی ابولقاسم صاحب نعمانی کو مستقل مہتمم کی حیثیت سے منتخب کیا جس پر تمام بہی خواہان وخیرخواہانِ دارالعلوم نے اطمینان کا اظہار کیا۔

www.banuri.edu.pk

دارالعلوم کے دیگر مشائخ کرام سے ملاقاتیں

اپنے اساتذۂ کرام اور حضرت مہتمم صاحب کے علاوہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی (مدیر ماہنامہ دارالعلوم)، حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری، حضرت مولانا محمد امین صاحب پالن پوری اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی دامت برکاتہم العالیہ (اساتذۂ حدیث دارالعلوم دیوبند) سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

مذکورہ تمام حضرات اس زمانہ سے دارالعلوم میں پڑھا رہے ہیں جس زمانہ میں راقم الحروف بھی دارالعلوم کے خادموں میں سے ایک خادمِ تدریس کی حیثیت سے وہاں کام کررہا تھا۔ ان تمام حضرات کی عظمت وفضیلت کا اس وقت بھی قائل تھا اور آج بھی ہوں، البتہ اُن سے پڑھنے کی سعادت میسر نہیں ہوسکی ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ اس سفر میں ان تمام حضرات سے خوشگوار ماحول میں ملاقاتیں ہوئیں، اور ماضی کی دلچسپ یادوں کو تازہ کیا اور انہوں نے احقر کی ذرہ نوازی واکرام بھی فرمایا۔

جناب مولانا نورعالم خلیل امینی صاحب سے ملاقات

اپنی مادرِ علمی کے اس سفر کے دوران جناب مولانا نورعالم خلیل امینی صاحب زیدمجدہم استاذ ادب عربی ومدیر مجلّہ عربی ''الداعی'' دارالعلوم دیوبند سے ان کے گھر پر ملاقات کی سعادت حاصل کی، جہاں موصوف نے اپنے نفیس دسترخوان پر چائے ودیگر لوازمات سے احقر کا اکرام کیا، مولانا کا تقرر دارالعلوم میں ماہِ شوال ۱۴۰۲ھ کو بحیثیت استاذ ادب عربی ومدیر جریدہ عربی ''الداعی'' ان کے استاد ومربی حضرت مولانا وحیدالزمان صاحب کیرانوی (متوفی ۱۴۱۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ ومعاون مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تحریک پر ہوا، احقر اس وقت تخصص فی الفقہ (شعبۂ افتاء) کا طالب علم تھا اور چند ہی مہینے بعد ماہِ صفر ۱۴۰۳ھ کو دارالعلوم میں مدرس کی حیثیت سے احقر کا تقرر بھی عمل میں آیا، اس وقت سے جناب مولانا نورعالم صاحب کو جانتا ہوں۔

میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا نورعالم صاحب نے اپنے مربی حضرت مولانا وحیدالزمان صاحب قدس سرہٗ کی تمنا کے مطابق بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عربی ادب کے میدان میں خدمت انجام دی، ایک طرف سے انہوں نے ایسے لائق وفائق شاگرد تیار کردیئے جنہوں نے دارالعلوم سے فراغت کے بعد پورے ملک وبیرونِ ملک کے تعلیمی اداروں میں عربی ادب وعربی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے خوب کام کیا، اور دوسری طرف سے مولانا نے عربی مجلّہ

''الـدّاعـی'' کو بامِ عروج پر پہنچایا، ''الـدّاعـی'' کا اجراء دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی اور مولانا بدرالحسن صاحب قاسمی کی زیرِ ادارت ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء کو پندرہ روزہ عربی جریدے کی صورت میں شروع ہوا۔ ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء کو اس کی ادارت جناب مولانا نور عالم امینی صاحب کے سپرد ہوئی، مولانا نے اپنی محنت وخداداد صلاحیت کے ذریعہ اس کو ترقی دیتے ہوئے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء کو ظاہری و باطنی حسن سے آراستہ ماہوار مجلّہ کی شکل میں نکالنا شروع کیا جو تا حال جاری ہے، اس مجلّہ نے عالمِ اسلام اور بالخصوص عالمِ عرب میں یہ ثابت کر دیا کہ دارالعلوم دیوبند کو صرف فقہ وحدیث وتفسیر و دیگر فنون ہی میں نہیں، عربی ادب میں بھی مرکزیت حاصل ہے، مجلّہ ''الـدّاعـی'' اور اس کے مدیر مولانا نور عالم صاحب کی مقبولیتِ عامہ کی مناسبت سے دو واقعے نمونہ کے طور پر سپر دِ قلم کرتا ہوں:

پہلا واقعہ

۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء ملاقاتی ویزا کے ذریعہ احقر کا ریاض سعودی عرب جانا ہوا، اسی سفر میں ''إدارة الدعوة فی الخارج'' (جو پہلے دارالافتاء کا اور اب وزارتِ مذہبی امور کا ایک ذیلی ادارہ ہے) کے ایک ذمہ دار سعودی عالم شیخ عبدالرحمٰن المہیزع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، وہ اہلِ زبان ہونے کے ساتھ ساتھ عربی ادب اور مطالعۂ کتب کا کافی ذوق وشوق رکھتے تھے اور ان کے پاس اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے آئے ہوئے عربی رسائل واخبارات کا ڈھیر لگا رہتا تھا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں ان تمام رسائل میں سرفہرست ''الـدّاعی'' کو سمجھتا ہوں، اور اس کو سب سے اوپر رکھ کر شروع سے آخر تک پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں، اس کی جامعیت، صاف گوئی، تصاویر سے خالی ہونے، ظاہری وباطنی جمال اور بالخصوص شیخ نور (مولانا نور عالم صاحب) کے ''کلمة العدد'' اور ''اشراقة'' نے مجھے بے حد متأثر کیا ہے۔

دوسرا واقعہ

ماہِ محرم ۱۴۲۸ھ مطابق ماہِ فروری ۲۰۰۷ء کو سعودی عرب کے نائب وزیر مذہبی امور محترم شیخ عبدالعزیز العمار کی سرکردگی میں ایک وفد نے پاکستان کے دینی مدارس کا دورہ کیا تھا، جس کے اعزاز میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ''ریجنٹ پلازہ'' (Regent Plaza) کراچی میں جلسہ منعقد کیا تھا جس میں پاکستان بھر سے بڑے بڑے علماء، مدارس کے ذمہ داران، وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان اور دیگر معززین شریک ہوئے تھے۔ اس عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے شیخ عبدالعزیز العمار نے دارالعلوم دیوبند اور مسلک دیوبند کے دیگر مدارس کی دینی خدمات کا اعتراف

کرتے ہوئے اس ضمن میں عربی مجلّہ ''الـداعـی'' اور اس کے مدیر محترم مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب کا بلند القاب کے ساتھ ذکر کیا جس سے مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے علماء (بالخصوص اس حقیر طالب علم) نے بڑی مسرت وخوشی محسوس کی۔ اللہ تعالیٰ مولانا نور عالم صاحب کو صحت وتندرستی کے ساتھ تادیر عربی زبان اور دارالعلوم دیوبند کی خدمت کا موقع عنایت فرمائے۔

اپنے ہم عصر اور دوست اساتذہ سے ملاقاتیں

اپنی زندگی کے اس ناقابل فراموش سفر میں جہاں اپنے اساتذۂ کرام اور دیگر مشائخ عظام کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، وہاں اپنے ان ہم عصر اور دوست اساتذہ کا دیدار اور ان سے شرفِ لقاء بھی نصیب ہوا جن کے ساتھ ماضی میں بے تکلف ملاقاتیں، دعوتوں کا تبادلہ، بعد العصر اکثر ایک ہی ساتھ چہل قدمی کے لیے نکلنے اور دارالاقامہ کا نظام ایک ہی ساتھ سنبھالنے کا سلسلہ رہا تھا۔ ان حضرات میں سے جناب مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی (جو اَب نائب مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند بھی بنائے گئے ہیں) اور جناب مولانا محمد نسیم صاحب بارہ بنکوی سرفہرست ہیں۔

ان دونوں حضرات اور احقر کا ایک ہی ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی سال ۱۴۰۲ھ-۱۴۰۳ھ کو تقرر ہوا تھا، حسنِ اتفاق سے تینوں کو بچوں سمیت ایک ہی عمارت ''دارالمدرسین'' میں رہائش بھی ملی تھی، اس سفر میں پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر دارالمدرسین ہی میں مولانا محمد نسیم صاحب کے دسترخوان پر تینوں نے ایک ہی ساتھ ناشتہ کیا، ناشتہ کے بعد ان کے قریب میں رہائش پذیر بزرگ استاذ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی سے ملاقات ہوئی جنہوں نے بہت اکرام کیا، موصوف شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے شاگردوں میں سے ہیں (دارالعلوم میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد چند ہی رہ گئے ہیں) اور طلبہ میں ایک مقبول ومشفق استاد کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں، عمر میں ہم تینوں سے کافی بڑے ہیں، لیکن اپنی تواضع کی بنیاد پر ہمارے ساتھ ان کا معاملہ بے تکلف دوستوں جیسا ہوا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔

چند نوجوان اساتذہ سے ملاقاتیں

اس باسعادت سفر دارالعلوم دیوبند میں چند اُن نوجوان اساتذۂ کرام سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا جن کی تقرریاں دارالعلوم سے میری واپسی کے بعد ہوئی ہیں۔ ان حضرات کا علمی انہماک، تدریسی ذمہ داری کو نباہنے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتألیف کے میدان سے بھی اچھی دلچسپی اور اپنے بڑوں اور اساتذہ سے مضبوط تعلق اور ان کے مشوروں سے چلنا، ان تمام امور کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ

الحمدللہ! مادرِ علمی کا علمی وعملی دونوں میدانوں میں امتیاز جیسا کہ ہمیشہ برقرار رہا ہے، ایسا ہی آئندہ بھی ان جیسے نوجوانوں کے ذریعہ ان شاء اللہ! برقرار رہے گا۔

ان نوجوان اساتذہ میں جناب مولانا عبداللہ صاحب معروفی، جناب مولانا عارف جمیل صاحب قاسمی، جناب مولانا محمد ساجد صاحب قاسمی، جناب مولانا محمد علی صاحب بجنوری، جناب مولانا توحید عالم صاحب قاسمی، جناب مولانا محمد عثمان صاحب ہوڑوی، جناب مولانا اشرف عباس صاحب قاسمی وغیرہ (زید مجدہم) شامل ہیں۔

نوجوان اساتذۂ کرام میں سے کچھ حضرات نے اپنی تالیفات کا ہدیہ بھی پیش کیا، **فجزاهم الله خيرًا**، ان تالیفات کو دیکھ کر ان کی صلاحیتوں اور محنتوں کا اندازہ ہوا، بالخصوص مولانا عبداللہ صاحب معروفی استاد شعبۂ تخصص فی الحدیث کی تالیف ''حدیث اور فہم حدیث'' سے دل کافی خوش ہوا، یہ کتاب ۴۰۵ رصفحات پر مشتمل ہے، جس میں علم حدیث کی تعریف وتقسیم، حجیتِ حدیث وفتنۂ انکارِ حدیث، تاریخِ تدوین حدیث وہندوستان میں علم حدیث، درسی کتبِ حدیث کا مختصر تعارف اور قواعدِ تخریج وغیرہ اہم موضوعات سے متعلق اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

اسی طرح مولانا محمد ساجد صاحب قاسمی استاد دارالعلوم دیوبند اور مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی استاد دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ دونوں کی محنت سے تیار شدہ کتاب ''**القراءة العربية**'' بھی کافی پسند آئی۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے جس میں ماہرین تعلیم عرب اُدباء کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے، لیکن غیر عرب طلبہ کی استعداد کو بھی سامنے رکھا گیا ہے اور ایسے ''نصوص وتمارین'' کا انتخاب کیا گیا ہے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جاذبیت بھی رکھتے ہیں اور عربی زبان کے ساتھ ساتھ اسلامی آداب بھی سکھاتے ہیں۔

نوجوان اساتذہ میں سے مولانا عارف جمیل صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند (جن کا تدریس کے ساتھ ساتھ حال ہی میں اپنے استاد ومربی جناب مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب مدیر عربی مجلّہ ''الداعی'' کے معاون کی حیثیت سے انتخاب بھی عمل میں آیا ہے) کے عربی مضامین جو ''الداعی'' میں چھپتے رہتے ہیں، بالخصوص ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' (اردو) کی قسط وار تعریب کو دیکھ کر دل سے اُن کے لیے دعا نکلی، اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

جامع مسجد رشید میں نمازِ جمعہ کی امامت

دارالعلوم دیوبند میں اس مختصر قیام کے دوران دفتر اہتمام کی طرف سے جامع مسجد رشید کے

امام صاحب کے ذریعہ یہ پیغام موصول ہوا کہ احقر بروز جمعہ ۹/ ۷/ ۱۴۳۵ھ مطابق ۹/ ۵/ ۲۰۱۴ء کو جامع مسجد رشید میں نمازِ جمعہ پڑھا کر پرانی یادوں کو تازہ کرادے، اس حکم کو اپنے لیے سعادت سمجھ کر اس امید پر قبول کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس دنیا میں میری خامیوں اور نااہلیت پر پردہ ڈال کر علماء وصلحاء کی ایک عظیم جماعت کی امامت وخطابت کا موقع دے رہا ہے، شاید قیامت میں بھی ان ہی صلحاء کے طفیل میں اس گنہگار کا بیڑا پار کرادے۔

جامع مسجد رشید میں اہل علم کے اس بارعب وبابرکت اجتماع اور عنقریب آنے والے سالانہ امتحان کی مناسبت سے احقر نے اپنے خطبہ میں علم اور اہل علم کی فضیلت سے متعلق قرآن پاک کی چند آیتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں تشریح کے ساتھ پیش کیں، اور امتحانات کی مناسبت سے صحیح البخاری میں ''کتاب العلم'' کے اندر امتحان کی اہمیت سے متعلق قائم شدہ عنوان ''بابُ طرحِ الإمام المسألةَ علیٰ أصحابہٖ لیختبر ماعندھم من العلم'' کا ذکر کیا، اور پھر مذکورہ باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک سوال پیش کرنے اور ان سے جواب طلب کرنے کا تذکرہ ہے وہ بھی پڑھی، اور ساتھ ساتھ ان دنیوی امتحانات کی مناسبت سے قبر میں تین سوالات پر مشتمل نکیر ومنکر کے امتحان اور اس کی تیاری کی ضرورت اور پھر قیامت کے دن جو تفصیلی امتحان ہوگا اس کا بھی تذکرہ اور اس کی تیاری کی اہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

نماز پڑھانے کے بعد دعا کے دوران دارالعلوم دیوبند اور اس کے اساتذۂ کرام وطلبۂ عزیز کی عظمت، دارالعلوم کے در و دیوار سے احقر کی دیرینہ وابستگی، اس کے احاطہ میں ایک اچھا خاصا وقت گزارنے اور پھر جسمانی طور پر اس سے ایک طویل جدائی اور جدائی کے بعد ایک مرتبہ پھر اس کی چار دیواری میں نیازمندانہ حاضری کا تصور کرتے ہوئے مجھ پر رقت طاری ہوگئی جس کو دبانے کی کوشش میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکا۔ سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم کے چند اساتذۂ کرام، طلبۂ عزیز کی ایک بڑی تعداد اور شہرِ دیوبند کے رہنے والے کچھ پرانے جاننے والے اور کچھ نئے حضرات سے شرفِ مصافحہ کا موقع نصیب ہوا، اس دوران یہ بھی پتہ چلا کہ دارالعلوم کے جوان اساتذہ میں سے تقریباً سات آٹھ اساتذہ ایسے ہیں جنہوں نے احقر سے دارالعلوم میں مدرسی کے زمانہ میں کچھ نہ کچھ پڑھا ہے، یہ جان کر اللہ کا شکر ادا کیا اور بڑی خوشی ہوئی کہ دارالعلوم کے در و دیوار کے اندر احقر کی خدمت کا سلسلہ اب بھی بحمد اللہ ایک حد تک بالواسطہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو کامیابی کے ساتھ جاری وساری رکھے۔

www.banuri.edu.pk

شہر دیوبند کے چند دیگر دینی اداروں کی زیارت

اس دلچسپ سفر میں دارالعلوم کے علاوہ شہر دیوبند کے چند دیگر ایسے دینی اداروں کی زیارت کا موقع بھی ملا جو احقر کی مدرسی کے زمانے میں موجود نہیں تھے، ان اداروں میں سے ایک ''دارالعلوم (وقف)'' ہے جس کے مہتمم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہم ہیں۔ اس ادارہ نے مختصر مدت میں بڑی ترقی کی ہے، جب میں دیوبند میں تھا اس وقت ''دارالعلوم (وقف)'' قائم تو ہوگیا تھا، البتہ عمارت نہ ہونے کی وجہ سے اس نے شہر دیوبند کی جامع مسجد میں کام شروع کردیا تھا اور عیدگاہ کے قریب اس کے لیے مستقل عمارت کے ارادہ سے زمین حاصل کرلی گئی تھی، اس سفر میں راقم نے دیکھا کہ اس زمین پر ایک شاندار عمارت کھڑی ہے جس میں درسگاہیں، دارالاقامہ، دفاتر اور مدرسہ کی تمام ضروریات کا انتظام موجود اور تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، اور سب سے اچھی اور باعث اطمینان چیز یہ نظر آئی کہ اب الحمدللہ! اختلاف کی کیفیت بھی ختم ہوچکی ہے اور دونوں ادارے (دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف) اپنے اپنے دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور ذمہ داران کا آپس میں اچھا تعلق بھی قائم ہے۔

مولانا عبدالرشید صاحب بستوی فاضل دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر دیوبند کے ایک اور دینی ادارے ''جامعة الإمام محمد أنور الكشميري'' کی زیارت کا موقع بھی ملا، اور مولانا موصوف- جو مذکورہ ادارہ کے ایک قابل استاد اور صدرالمدرسین اور احقر کے مخلص دوست ہیں- کی خواہش پر طلبہ کی تقریری انجمن کے اختتامی پروگرام میں شریک ہوکر طلبہ کی خدمت میں چند باتیں بھی عرض کیں، مولانا نے احقر کا بہت اکرام کیا اور رات کے کھانے پر مدعو بھی کیا۔

اسی طرح ''الجامعة الإسلامية للبنات''- جس کے بانی ومدیر جناب مولانا سید اسجد صاحب مدنی زیدمجدہم ہیں- کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوا اور اس کی نفاست ونظافت اور حسنِ انتظام کو دیکھ کر دل خوش ہوا، مولانا خود چونکہ سفر میں تھے، اس لیے ان سے شرفِ ملاقات حاصل نہ کرسکا جس کا قلق اب تک باقی ہے، البتہ ان کے ہونہار صاحبزادے جناب مولانا حسن صاحب مدنی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک پُرتکلف دعوت سے بھی نوازا۔ میرے ایک اور مخلص دوست مولانا مزمل حسین صاحب آسامی کا قائم کردہ مدرسہ ''جامعة الشيخ حسين أحمد المدني'' کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور مولانا موصوف نے بھی احقر کا اکرام کیا اور ایک پرتکلف دعوت پر مدعو بھی کیا۔

قریب میں واقع ''شیخ الاسلام اکیڈمی'' جس کی نگرانی محترم مولانا سید امجد صاحب مدنی فرمارہے ہیں کہ زیارت اور وہاں کے علمی واشاعتی کاموں سے آگاہی وخوشی حاصل ہوئی، بالخصوص ''تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي'' پر مولانا سید امجد مدنی صاحب بارك الله في علومه

www.banuri.edu.pk

وجھــــودہٖ کے تحقیقی کام (جس کا سلسلہ جاری ہے) سے دل بڑا خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

دارالعلوم دیوبند کی ترقی کے چند اہم اسباب

اس سفر کے دوران اپنی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے ماضی وحال پر غور کرتا ہوا اور اس کی بے مثال ترقی کا تصور کرتا ہوا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس حیرت انگیز کامیابی کے بنیادی اسباب کیا ہیں؟ آخر میں چند اہم اسباب کی طرف ذہن منتقل ہوا جن کو اختصار کے ساتھ قلمبند کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

۱:- اخلاص وللّٰہیت

اللہ تعالیٰ نے اکابرین دارالعلوم کو اخلاص وللّٰہیت کا بھرپور حصہ عطا فرمایا تھا، بانیِ دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ آٹھ دفعات پر مشتمل دستور العمل جو ''اصول ہشتگانہ'' کے نام سے مشہور ہے، ایک بے نظیر دستور ہے۔ اُن آٹھ اصولوں بالخصوص اصل نمبر چھ اور اصل نمبر آٹھ پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بانی کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص وتوکل علی اللہ کا حصۂ وافر عطا فرمایا تھا، ملاحظہ ہو اصل نمبر چھ:

> ''اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں، جب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ! بشرطِ توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا، اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانۂ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف ورجا جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہوجائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا، القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے''۔

اور اصل نمبر آٹھ بھی حرف بحرف نقل کی جاتی ہے:

> ''تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندہ سے امیدِ ناموری نہ ہو، بالجملہ حسنِ نیتِ اہلِ چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے''۔

اخلاص کا یہ سلسلہ دارالعلوم دیوبند کے ماحول میں ہر زمانہ کے اندر جاری رہا ہے اور مستقبل میں بھی ان شاء اللہ! جاری رہے گا۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند (متوفّٰی ۱۴۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے دورِ اہتمام میں مدرسہ سے کسی قسم کی رعایت وسہولت قبول نہ کرنا اور نہ ہی اپنے فائق فرزند یا خاندان کے دوسرے فرد کو مدرسہ میں لگانا اس سلسلۂ اخلاص کی بقاء کی واضح دلیل ہے۔

۲:-محنت وسادگی

علم کی ترقی کے لیے مستقل محنت کی ضرورت ہوتی ہے، اور چونکہ محنت وسادگی میں چولی دامن کا ساتھ ہے، اس لیے محنت وہی شخص کرسکتا ہے جس کی زندگی میں سادگی ہو، جو لوگ سہولت پسندی اور پرتعیش زندگی کے عادی ہوتے ہیں ان سے علمی میدان میں محنت نہیں ہوسکتی، انہیں تو ہمیشہ عمدہ سے عمدہ لباس، پرتکلف دعوتوں اور مہنگے ہوٹلوں کے کھانوں، غیرضروری اسفار، عمدہ اور جدید ترین سواریوں اور نئی نئی سہولتوں پر مشتمل رہائش گاہوں کی فکر دامن گیر رہتی ہے، علمی کاموں کے لیے نہ ان کے پاس فرصت ہوتی ہے اور نہ ہی محنت ومشقت برداشت کرنے کا حوصلہ۔

اکابر وفرزندانِ دارالعلوم دیوبند کی گھٹی میں محنت وسادگی دونوں شامل ہیں۔ بانیِ دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ سے لے کر آج تک علمائے دارالعلوم کی زندگیاں محنت وسادگی سے بھرپور، تکلفات سے دور اور خواہشات کی پیروی سے خالی نظر آتی ہیں، ان کی دنیوی تمنائیں قلیل اور اخروی مقاصد جلیل ہوا کرتے ہیں، اس لیے انہوں نے تدریس وتعلیم، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، بدعات وفتن کی سرکوبی اور ہر دینی میدان میں ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ ان کی بلندیوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، ان ہی کارناموں اور کامرانیوں نے دارالعلوم کی معنویت کو بلند وبالا کردیا ہے:

اس کاخِ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں

اس سفر کے دوران میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ محنت وسادگی کا وہ ماحول جو ۲۳/سال قبل میں نے دیکھا تھا، وہ اب بھی تقریباً اسی طرح برقرار ہے۔ علیٰ سبیل المثال میں نے مشاہدہ کیا کہ حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند زید مجدہم کا ایک سادہ سا مکان ہے۔ بیٹھک میں معمولی پلاسٹک کا فرش بچھا ہوا ہے۔ ایک طرف حضرت الاستاذ کی زمینی نشست گاہ اور اس کے سامنے لکڑی کی معمولی سی لیکن چوڑی تپائی رکھی ہوئی ہے جس کے اوپر قلم وکاغذ اور زیرِمطالعہ اہم کتابیں سلیقے اور ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں، اور میرے خیال میں وہ تپائی رنگ وپالش کے تکلف سے بھی آزاد تھی، یہی وہ تپائی ہے جس پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہم مطالعہ بھی فرماتے ہیں اور تصنیف وتالیف کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں، اور اسی تپائی پر ہزاروں صفحات پر مشتمل کئی شروحات ودیگر کتابیں تالیف فرماچکے ہیں۔ اپنی نشست کے ساتھ ہی پیچھے اور دائیں طرف زیرمطالعہ کتابوں کی چند سادی سی الماریاں ہیں، اور ساتھ ساتھ اس کا مشاہدہ بھی ہوا کہ لباس، کھانے پینے، نشست وبرخاست بلکہ تمام عادتوں میں سادگی ہے اور ایک دقیق نظام الاوقات کے تحت درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کے ساتھ ان کی بیٹھک میں بار بار ناشتہ اور کھانا کھانے کی نوبت پیش آئی، میں نے دیکھا کہ بیٹھک کا رنگ وروغن کافی پرانا ہوچکا ہے اور جگہ جگہ سے ختم ہوکر پلاسٹر بھی نظر آنے لگا ہے۔ کھانے کے لیے چمڑے کا گول اور سادہ سا دسترخوان زیراستعمال ہے۔ بیٹھک سے باہر برآمدے میں زائرین اور حضرت والا کے بیٹھنے کے لیے معمولی لکڑی کی بنی ہوئی چند بینچیں رکھی ہوئی ہیں۔ البتہ یہ بھی محسوس ہوا کہ بیٹھک اور برآمدے دونوں میں اس سادگی کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سکون اور بلا کی کشش موجود ہے جو ہر زائر کو زبانِ حال سے سادگی اختیار کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔

ایسی ہی سادگی ومحنت کا مشاہدہ حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب بجنوری استاذِ حدیث، حضرت الاستاذ مولانا قمرالدین صاحب استاذ حدیث، حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی استاذ حدیث، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی استاذ حدیث اور دیگر اساتذۂ دارالعلوم کے یہاں بھی ہوا۔ ان تمام جبال العلم کی محنت وسادگی کو دیکھ کر ہر ذی شعور شخص کو یہ خیال ضرور آتا ہے کہ مادّیت کے اس دور میں دنیوی لذّات کو اس طرح پس پشت ڈالنا اس بات کی علامت ہے کہ ان حضرات نے دنیوی زندگی کی حقیقت کو صحیح معنوں میں سمجھا ہے کہ وہ صرف ''متاع الغرور'' (دھوکے کا سودا) ہے، اور آخرت کے بارہ میں بھی یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''وَإِنَّ الدَّارَ الْأٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ'' (اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے) مستقل طور پر سامنے رکھے رہتے ہیں۔

۳:- بااختیار شورائی نظام

دارالعلوم دیوبند کا نظم ونسق شروع ہی سے ''وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ'' کے اصول پر قائم ہے، اہل علم وتقویٰ پر مشتمل ایک بااختیار مجلس شوریٰ عزل ونصب اور دیگر تمام اہم امور کی نگرانی کرتی ہے اور اس کو مکمل اختیار وبالادستی حاصل ہے، ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' کی تصریح کے مطابق ابتدائی مجلس شوریٰ سات ارکان پر مشتمل تھی جن میں سرفہرست حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی ہیں، بلکہ حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب بجنوری دامت برکاتہم نے اپنی مایۂ ناز کتاب ''شوریٰ کی شرعی حیثیت'' میں یہ ثابت کردیا ہے کہ مجلس شوریٰ کی تشکیل قیامِ دارالعلوم سے بھی پہلے ہوچکی تھی۔

اس بااختیار مجلس شوریٰ کی برکت سے دارالعلوم اقرباء پروری، نامناسب یا غیرضروری تقرریوں اور دیگر فتن سے محفوظ ہے، اور دن بہ دن ترقی کی طرف گامزن ہے۔ جن اداروں میں شورائیت نہیں یا برائے نام ہے وہ ادارے ترقی کے بجائے تنزل کی طرف سفر کرتے ہیں اور ان کی

کارکردگی کمزور ہوکر آخر کار ختم ہوجاتی ہے۔

۴:- وقفے وقفے سے نتیجہ خیز اختلافات کا رونما ہونا

مسلمانوں کے درمیان ذاتی ودنیوی مقاصد کے تحت اختلافات کو قرآن وسنت نے واضح طور پر منع فرمادیا ہے اور ایسے اختلافات کو مسلمانوں کی ناکامی کا سبب قرار دیا ہے، البتہ اصلاح کی غرض سے نیک نیتی کے ساتھ اگر کوئی آواز اُٹھتی ہے اور اس سے بظاہر مسلمانوں کے درمیان ایک اختلاف کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، یا فرعی مسائل کے اندر حق کی تلاش میں اربابِ اجتہاد کے درمیان کوئی اختلاف رونما ہوجاتا ہے تو ایسا اختلاف اپنے نتیجہ کے اعتبار سے باعثِ رحمت اور موجبِ ثواب بن جاتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے علمی سمندر میں وقفے وقفے سے نیک نیتی پر مبنی اختلافات کا ایک طوفان اٹھنے لگتا ہے اور اس کی موجیں آپس میں ٹکراتی ہیں، اس طوفان سے بظاہر کچھ نقصانات بھی واقع ہوجاتے ہیں، مگر انجام کار یہ نظر آنے لگتا ہے کہ ان جزوی نقصانات میں کوئی نفعِ کلی مضمر تھا، اور اس تلاطم کے نتیجہ میں دارالعلوم کی اصلاح وترقی، اس کی آواز کی وسعت و پھیلاؤ اور اس کے سرچشمۂ فیض وبرکت سے زیادہ سے زیادہ تشنگانِ علوم نبوت کو سیراب کرنا مقدر تھا۔

چنانچہ قیامِ دارالعلوم (۱۵رمحرم ۱۲۸۳ھ) کے تقریباً اکسٹھ سال بعد ۱۳۴۴ھ کو اسی قسم کے اختلافات کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس نے ایک طوفان کی شکل اختیار کی اور ۱۳۴۷ھ تک باقی رہا۔ اس کے نتیجہ میں علمائے دیوبند کی ایک جماعت نے حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۲ھ) کی سربراہی میں دارالعلوم کے در و دیوار سے کوچ کرتے ہوئے اس کے پیغام کو لے کر گجرات کے دور افتادہ علاقہ کو- جو بدعت کدہ بنا ہوا تھا- علومِ نبوت سے سیراب کردیا، اور ان کے ذریعہ ڈابھیل میں ایک عظیم الشان دینی مرکز نمودار ہوا جس کے فیوض وبرکات کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ دوسری طرف اس اختلاف کے نتیجہ میں دارالعلوم کی مسندِ حدیث کے لیے اللہ تعالیٰ نے جانشینِ شیخ الہند، سابق مدرس مسجد نبوی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا انتخاب فرمایا جن کے دریائے علم ومعرفت سے اکتیس سال تک بے شمار تشنگانِ علومِ دینیہ ومتلاشیانِ معرفتِ حق سیراب ہوتے رہے۔

اسی طرح مذکورہ اختلاف کے تقریباً ترپن سال بعد رواں پندرہویں صدی ہجری کی ابتداء میں ایک مرتبہ پھر دارالعلوم کے سمندرِ علم میں تلاطم پیدا ہوا جس سے پورے برصغیر کے دینی حلقوں میں ایک ہلچل و ہیجان کی کیفیت پیدا ہوگئی، اور زمین کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے متبعینِ مسلک اہل حق اور محبینِ دارالعلوم کو بڑی فکر لاحق ہوئی کہ اس اختلاف کے نتیجہ میں اکابرین کی اس امانت اور دینِ اسلام کے اس اہم مرکز کو کہیں کوئی بڑا نقصان لاحق نہ ہوجائے، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے دنیا نے دیکھا کہ دارالعلوم

www.banuri.edu.pk

محفوظ رہا، بلکہ ایک نئے ولولے کے ساتھ مجلسِ شوریٰ کی زیرِقیادت اور ایک ولی صفت، مدبر و مخلص اور منیب الی اللہ شخصیت حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب قدّس اللہ سرہٗ العزیز کے زیرِاہتمام مزید ترقی کی طرف گامزن ہوا، اور ساتھ ساتھ علمائے حق کا ایک نیا ادارہ بھی دیوبند کی سرزمین پر دارالعلوم (وقف) کے نام سے عالمِ وجود میں آیا جس سے دینی مراکز کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

۵:-صلاحیت وصالحیت کی بنیاد پر تقرریاں وترقیاں

دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خصوصیات وخوبیوں سے نوازا ہے، ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ صرف صلاحیت وصالحیت کی بنیاد پر تقرریاں ہوتی ہیں اور اسی بنیاد پر ترقیاں ملتی ہیں۔نسب، رشتہ داری اور علاقائیت کو اہمیت نہیں دی جاتی۔اس بات کی ایک واضح نشانی یہ ہے کہ اس وقت منصبِ اہتمام پر فائز حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب کا تعلق ضلع ''بنارس'' سے ہے، ان کے نائب جناب مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی کا تعلق ''مدراس'' (چینائی) سے ہے، شیخ الحدیث وصدر المدرسین حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کا تعلق ''گجرات'' سے ہے۔انتظامی اور علمی اعلیٰ مناصب پر فائز ان تینوں حضرات میں سے کسی کا بھی دارالعلوم کے اکابرین جیسے حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مدنی، حضرت شیخ الادب، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی قدس اللہ اسرارہم وغیرہ کے خاندانوں سے کوئی نسبی تعلق نہیں، جس سے تقرریوں اور ترقیوں سے متعلق دارالعلوم کے مزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اس سفر میں دارالعلوم دیوبند کے نظام سے متعلق ایک قابل صد تحسین نیا معمول میرے علم میں آیا جس نے مجھے بے حد متأثر کردیا، اور وہ یہ کہ سابق مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی ۱۴۳۲ھ) نے اقرباپروری کے سدباب کے لیے اپنے دورِ اہتمام کے آخری سالوں میں یہ معمول بنایا تھا کہ دارالعلوم کے کسی استاذ محترم کے کسی فرزند ارجمند کو- جب تک کہ ان کے والد دارالعلوم میں تدریس سے وابستہ ہوں- دارالعلوم کا مدرس نہیں بنایا جائے گا۔

اس معمول سے متعلق احقر نے اطمینان حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ان کے دونوں نائبین کی موجودگی میں دفترِ اہتمام کے اندر جب دریافت کیا تو انہوں نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ معمول حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے زمانے سے جاری ہے اور چونکہ سب کو اس معمول کے بارے میں علم ہے اور اس کے مطابق تعامل برقرار ہے، اس لیے اس کو چیلنج بھی نہیں کیا جاتا، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اس تعامل کو باضابطہ اور تحریری طور پر دستور کا حصہ نہیں بنایا گیا ہے۔

www.banuri.edu.pk

اس تعامل کا عملی مشاہدہ راقم نے اس طرح بھی کیا کہ موجودہ اساتذۂ دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادگان میں سے کسی کو دارالعلوم دیوبند کی تدریس پر فائز نہیں دیکھا، حالانکہ ان میں سے کئی صاحبزادگان کو میں بھی ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ان میں صلاحیت وصالحیت دونوں موجود اور دارالعلوم کے مایۂ ناز فضلاء میں سے ان کو شمار کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر جناب مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب استاد حدیث ومفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد جو جناب مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری استاد حدیث دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے نواسے ہیں، میں ان سے اس وقت سے واقف ہوں جب وہ دارالعلوم کے طالب علم تھے، احقر کا اس وقت مدرس کی حیثیت سے تقرر ہو چکا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ امتحان میں اکثر پوزیشن لیتے تھے اور اساتذۂ کرام ان کی صلاحیت وصالحیت کے قائل تھے۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد سے لے کر آج تک ایک لائق وفائق مفتی، کامیاب مدرس اور بہترین مصنف کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور صلاحیتوں میں خوب اضافہ بھی ہوا ہے اور دارالعلوم دیوبند میں ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے والد محترم دارالعلوم کے مدرس ہیں، اس لیے ان کو وہاں پر تدریس کا موقع نہیں دیا جاسکتا، چنانچہ وہ ابتداء سے آج تک جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں مفتی ومدرس کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

اسی طرح جناب مولانا حسین احمد پالن پوری صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند جو کہ حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کے صاحبزادے ہیں، ایک کامیاب مدرس واستاد حدیث، باعمل وباصلاحیت عالم دین اور ''**تحفة الألمعي شرح سنن الترمذي**'' اور ''**تحفة القاري شرح صحيح البخاري**'' کے مرتب ہیں، لیکن چونکہ ان کے والد ماجد دارالعلوم کے مدرس ہیں، اس لیے نہ ان کو اور نہ ہی حضرت الاستاذ کے دوسرے صاحبزادوں میں سے کسی کو دارالعلوم میں تدریس کا موقع دیا گیا۔

ان کے علاوہ جناب مولانا سید امجد مدنی صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے پوتے ہیں، موصوف بھی ایک متقی اور باکمال مدرس اور ایک سنجیدہ وعلمی ذوق رکھنے والے عالم ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار**'' کی تحقیق میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب زید مجدہم کے معاون بھی رہے ہیں، لیکن ان کو بھی اس لیے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع نہیں مل سکا کہ ان کے والد ماجد دارالعلوم کے مدرس ہیں۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس معمول کے مطابق خود عمل

کیا، چنانچہ اپنے صاحبزادے جناب مولانا انوار الرحمٰن صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند (جن کی شرافت، تقویٰ، سنجیدگی، معاملہ فہمی اور خوش اخلاقی سے ان کا ہر جاننے والا واقف ہے) کو انہوں نے اپنے تیس سالہ دورِ اہتمام میں نہ نائب مہتمم بنایا اور نہ ہی دارالعلوم کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ کرنے کی کوشش کی، اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب قدس سرہ کا یہ معمول متعارف کرانا ان کی نجات ورفعِ درجات کا سبب بنے گا۔ دارالعلوم دیوبند کے اس تعامل سے اگر کسی کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ اس سے دارالعلوم کو بعض باصلاحیت اور اس کے مزاج وماحول سے واقف لوگوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ صرف چند متعین اشخاص سے متعلق اور وہ بھی ایک محدود وقت کے لیے دارالعلوم کو اگر استفادہ کا موقع نہ بھی ملے تو یہ اتنا بڑا نقصان نہیں جتنا نقصان اقربا پروری کے راستے کھول دینے کی صورت میں محتمل ہے۔

بہرصورت! دارالعلوم کی بے نظیر ترقی میں احقر کی نظر میں (غور کرنے کے بعد) بنیادی کردار مذکورہ پانچ اسباب نے ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم اور اس کی دینی خدمات کا سلسلہ تا روزِ قیامت جاری وساری رکھیں، آمین۔

دیگر مدارس کے ذمہ داران کو بھی دارالعلوم دیوبند کی پیروی کرنی چاہیے

دارالعلوم دیوبند کو پوری دنیا میں اور بالخصوص برصغیر میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کے ذمہ داران، اساتذۂ کرام اور طلبہ اپنی مادرِ علمی تصور کرتے ہیں اور اس سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہیں، لہٰذا ان کو چاہیے کہ دارالعلوم سے ان کی محبت صرف زبان تک محدود نہ ہو، بلکہ اکابرینِ دارالعلوم کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے طریقۂ کار اور قائم کردہ اصولوں کی پیروی کو اپنا شعار بنالیں، اخلاص وتقویٰ، محنت وسادگی، بااختیار شورائی نظام قائم کرنے اور صلاحیت وصالحیت کی بنیاد پر تقرریوں اور ترقیوں کا اہتمام فرمالیں۔ سہولت پسندی، نام ونمود، غیرضروری مصروفیات اور بالخصوص اقربا پروری سے اجتناب فرمالیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں دینی ادارے ترقی کے بجائے پیچھے کی طرف سفر کرنا شروع کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کا اعتماد آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتا ہے، اور ذمہ داران کو یہ بات بھی ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ مدارس کسی کی ذاتی ملکیت نہیں، بلکہ عام مسلمانوں کی امانت ہیں، جن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کردی ہے، اور قیامت کے دن اس امانت کے ہر ہر پہلو سے متعلق ذمہ داران حضرات کو جواب دینا ہوگا۔

(جاری ہے)